An Account of the Hafizabad Debate

Rev. Mawlawi Abdul Haqq
Rev. Mawlawi Sultan Muhammad Paul

مناظرہ حافظ آباد

علامہ عبدالحق
علامہ سلطان محمد پال

1928
WWW.NOOR-E-HAYAT.COM

An Account of the Hafizabad Debate

مناظرہ حافظ آباد

مرتبہ

ایم۔کے۔خان

علامہ حاجی پادری عبدالحق صاحب پروفیسر تھیالوجیکل کالج

سہارنپور

اور

علامہ حاجی پادری سلطان محمد خان پال صاحب پروفیسر عربی فورمین کالج لاہور

سے

توحید محضہ اور اسلامی نجات

مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری مدیر اہلحدیث

کے

انکار و فرار کی دلچسپ کیفیت

ایم۔کے۔خان۔مہاں سنگھ باغ۔لاہور

M.K.KHAN

MAHAN SINGH BAGH, LAHORE

۱۹۲۸

www.noor-e-hayat.com

Rev.Malawi Abdul Haqq
1889-1970

Rev.Malawi S.M.Paul
1884-1965

دیباچہ

مسلمانانِ پنجاب میں مولانا ثناء اللہ صاحب کے پایہ کا اور کوئی کہنہ مشق و تجربہ کار مناظر نہیں۔ بجاطور پر آپ کو "شیر پنجاب" کہا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مباہلہ اور موت نے آپ کی شہرت کو تمام ہندوستان میں عام کر دیا اور اس سے مولانا مالا مال بھی ہوگئے۔ پھر مرزا جی کے مُریدوں نے آپ سے بمقام لدھیانہ شکست کھا کر آپ کے "فاتح قادیاں" ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ نیز آریوں اور شیعوں کے بالمقابل بھی آپ اکثر ظفریاب رہتے ہیں۔

اب پیرانہ سالی میں آپ کو مسیحیوں سے واسطہ پڑا۔ پادری عبد الحق سے اسلامی توحید پر آپ مناظرہ کرسے ہمیشہ کتراتے رہتے ہیں۔ ۱۹۲۶ میں پادری سلطان محمد خان صاحب نے اس موضوع پر آپ کو بمقام گوجرانوالہ خاموش کر دیا تھا چنانچہ نور افشاں اور اہل حدیث اُس کے شاہد ہیں۔ اب مسلمانان حافظ آباد نے آپ کو بُلایا۔ مگر جب اسلامی معتقدات کو زیر بحث لانے کی نوبت آئی تو آپ نے بحث ہی بند کرا دی اور ہزاروں آدمیوں کے ہجوم کو تحقیق مذہبی کے استفادہ سے محروم ومایوس کر دیا۔ افغانِ "شیر افگن"[1] (پادری پال صاحب) نے چیلنج پر چیلنج کیا کہ اسلامی نجات پر مباحثہ کرلو مگر آپ ایسے دہشت زدہ ہوئے کہ پھر کھڑے ہونے کی جرات ہی نہ ہوئی۔ جب آپ طرح بہ طرح کے حیلوں سے بحث سے گریز اور فرار کی تیاریاں کررہے تھے تو پادری عبد الحق صاحب نے آپ کو شرائط سے آزاد چیلنج دیا جسے پہلے آپ نے منظور کرلیا مگر جب تاریخ مباحثہ کے تعین کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے خاموشی میں پناہ لی۔ "اسلامی نجات" اور "اسامی توحید" حسرت بھی نگاہوں سے آپ کے چہرہ کو دیکھتی رہ گئیں مگر آپ اُن کو بیکسی کی حالت میں چھوڑ کر امرتسر آ گئے۔ یہاں آکر تحفظ شہرت کی خاطر حافظ آباد کی غلط رپورٹ اہل حدیث میں چھاپی۔ جب ہم نے پادری صاحب کا جواب آپ کو بغرض اشاعت بھیجا تو شائع کرنے سے انکار کر دیا۔ اب ہماری کشادہ دلی دیکھئے کہ فریقین کے تمام مضامین اور خطوط وکتابت کو اس رسالہ میں مرتب کر دیا ہے تا کہ آپ پبلک یک طرفہ بیان سُنا سُنا کر مغالطہ میں نہ ڈالتے رہیں۔

مولانا صاحب! یہ سب کچھ اس لئے ہوا ہے کہ آپ حق کی قوت کا اندازہ کریں اور عبرت پکڑیں۔

"سب کو آزمائیں اور بہتر کو اختیار کریں"۔

من از ہمدردیت گفتم ۔ تو ہم خود فکر کن بارے

خرواز بہراین روز ست اے دانا وہشیارے

(خان)

۸ دسمبر ۱۹۲۸

[1] http://www.noor-e-hayat.com/shar-e-afghan/

حافظ آباد پنجاب میں مناظرہ

مابین مسیحیاں واہلحدیثاں

"حافظ آباد کی جماعت اہلحدیث اوراُن کے امام مولوی حافظ عبدالمجید صاحب بڑے مشتاق وخواہشمند تھے کہ اسلام اور مسیحیت کے متعلق تبادلہ خیالات مناظرہ کی صورت میں ہو۔ چنانچہ وہ کئی بار پاسٹر کلیسیا حافظ آباد اور مسیحیوں کے پاس آئے اوراُنہیں چیلنج دیا کہ ہمارے ساتھ مناظرہ کی تاریخ مقرر کریں۔اور جہاں تک ممکن ہو جلدی کریں ہر چند کہ اُن کو سمجھایا گیا کہ مناظرہ سے باز رہیں۔ مگر وہ اپنی بات پر اڑے رہے۔ اور کہا کہ ہم سے ضرور ہی مناظرہ کریں۔ خیر ہم نے طوعاً وکرہاًان کے چیلنج کو منظور کرلیا اور فریقین کی صلاح مشورہ سے ۲ اور ۳ ستمبر ۱۹۲۸ء کی تاریخیں برائے مناظرہ مقرر کی گئیں۔ اور مناظرین کے بلانے کا انتظام کیا گیا۔ اور شرائط وغیرہ طے ہوگئیں۔ ہم مسیحیوں نے اس بات پر زور دیا کہ دو منصف برائے فیصلہ آریاؤں یا سکھوں سے منتخب کئے جائیں۔ ایک کا نام ہماری جانب سے ہو اور دوسرے کا نام آپ کی جماعت اہلحدیث کی جانب سے پیش کیا جائے۔ پہلے تو وہ منظور کرتے رہے مگر آخر کار کہا کہ فیصلہ پبلک خود کرلیگی ہم کوئی منصف وغیرہ مقرر نہ کرینگے۔

فریقین کی جانب سے مندرجہ ذیل مضامین برائے مناظرہ منظور کئے گئے۔

منجانب مسیحیاں: (۱) کیا موجودہ بائبل تحریف وتنسیخ سے مبرا ہے؟ (۲) اثبات التوحید (۳) نبوتِ محمد صاحب۔ (۴) اسلامی نجات۔

بتاریخ یکم ستمبر ۱۹۲۸ء فریقین کے مناظرین بخیریت تمام حافظ آباد پہنچ گئے اور بتاریخ ۲ ستمبر ۱۹۲۸ء بوقت ۸ بجے صبح ایم۔بی۔ سکول حافظ آباد کے کمپونڈ میں جلسہ شروع ہوا۔ سب سے ہمارے مقرر طرار۔ **جناب ریورنڈ عبدالحق صاحب فاتح قادیاں** پروفیسر تھیولاجیکل کالج سہارن پور مصنف رسالہ "اثبات التثلیث" نے تحریف بائبل کے مضمون پر ایک عالمانہ تقریر بڑی فصاحت وبلاغت سے فرمائی پُرانے نسخہ جات ۔تواریخ عالم۔ کتبہ جات اور پُرزور دلائل وبراہین سے ثابت کردکھایا کہ موجودہ بائبل تحریف وتنسیخ سے مبُرا ہے۔

بعد از لکچر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری معترض ہوکر اٹھے اور سوال کیا کہ سب سے پہلی کتاب کس نے لکھی ہے؟ اور یہ کہہ کر بیٹھ گئے (ان کے لئے ۱۰ منٹ برائے تقریر مقرر تھے)۔

پادری عبدالحق صاحب نے کہا کہ لازم تو یہ تھا کہ آپ میری دلائل کو رد کرتے کیونکہ بحث طلب بات یہ ہے کہ موجودہ بائبل محرف ہے؟ اور میں نے ثابت کیا ہے کہ محرف نہیں ہے۔لہذا آپ ثابت کریں کہ یہ تحریف شدہ ہے۔

مولوی صاحب۔ بہادر تو آپ تب ہونگے اگر نام لینگے کہ پہلی کتاب کس نے لکھی ہے؟ سمجھ کے قدم رکھنا کہ سامنے کون کھڑا ہے۔ اہلحدیث کا زبردست جرنیل ہے۔ اسی طرح کئی دفعہ اٹھ اٹھ کر چند اشعار پڑھ کر اور چند تمسخر آمیز الفاظ کہہ کر اپنی جماعت کو خوش کرتے رہے مگر

مضمون کو چھوا تک نہیں اور نہ کسی آیت کو پیش کیا کہ فلاں فلاں آیت تم لوگوں نے نکال دی ہوئی ہے۔ جیسے کہ اکثر اوقات کہا کرتے ہیں۔ خیر آخر کار پادری صاحب موصوف نے جواب دیا کہ پہلی کتاب حضرت موسیٰ نے لکھی ہے۔ اور پھر مولوی صاحب استشنا ۳۴باب کی ۵ تا ۸ آیت کو پیش کرکے یوں گویا ہوئے کہ دیکھو بھائیو۔ موسیٰ اپنی موت وغیرہ کا حال خود لکھتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ یہ آیات ثابت کرتی ہیں کہ یہ پیچھے بڑھائی گئی ہیں۔ اور حضرت موسیٰ کی تصنیف نہیں ہیں۔ پادری صاحب نے اُن کی تسلی کردی کہ یہ کتاب تتمہ ہے اور عزرافقیہ نے اس کو الہام سے درج کیا ہے۔ پھر مولوی صاحب نے دوسرا پہلو اختیار کیا کہ رومن کیتھولک لوگوں کی کتابیں اپاکریفل کئی دفعہ بڑھتی گھٹتی رہی ہیں۔

پادری صاحب نے جواب دیا کہ ہم بائبل کی ۶۶ کتابوں کو الہامی مانتے ہیں آپ اُن میں سے کسی کو تحریف شدہ ثابت کرکے دکھادیں۔

مولوی صاحب نے اصلی مسئلہ زیر بحث کو چھوا تک نہیں اور نہ پادری صاحب کی کسی دلیل کا رد کیا اور نہ کچھ بائبل میں سے جعلی اور تحریف شدہ ثابت کرسکے۔ خداوند کے داؤد کے سامنے بیچارہ بڑھا جرنیل مات کھا گیا اور بمشکل تمام اپنا پیچھا چھڑایا۔

بعد ازاں جناب مولانا ثناء اللہ صاحب نے تحریف قرآن پر فقط ۱۵ منٹ تقریر فرمائی (حالانکہ) بیس برائے تقریر مقرر تھے) جس کا لُب لباب یہ تھا کہ موجودہ قرآن متواتر سینہ بسینہ قرآن کے حافظوں کے سینوں میں محفوظ چلا آتا ہے۔ اور محمد صاحب کے زمانہ سے اب تک بغیر کسی قسم کے ردوبدل کے موجود ہے۔

بعد از تقریر جناب **پادری مولوی سلطان محمد پال صاحب افغان سلطان المناظرین** علامہ دہر معترض ہوئے کہ موجودہ قرآن حضرت عثمان کا ہے نہ کہ حضرت محمد صاحب کے زمانہ کا کیونکہ پہلے قرآن جو اکٹھے کئے گئے تھے وہ آپس میں متفرق تھے اور حضرت عثمان نے اُن کو جلا دیا تھا اور اپنے قرآن کو قائم رکھا تھا۔ میں بڑے دعوے اور بڑے زور سے کہتا ہوں کہ موجودہ قرآن حضرت محمد صاحب کے زمانہ کا نہیں ہے حضرت محمد کے قرآن کا نام ونشان صفحہ ہستی پر موجود نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے دیگر یہ کہ اُس زمانہ کا رسم الخط علیٰحدہ علیٰحدہ حروف میں تھا جیسے کہ انگریزی حروف علیٰحدہ علیٰحدہ چھاپے جاتے ہیں۔ اور بعد ازاں کوفی رسم الخط جاری ہوا۔ اُس زمانہ کے رسم الخط کا کوئی قرآن صفحہ دنیا پر آج کل موجود نہیں ہے۔ بلکہ یہ حضرت عثمان کے زمانہ کا ہے جو کہ تحریف شدہ ہے۔

شیر پنجاب (مولانا ثناء اللہ صاحب) جواب کے لئے اٹھتے تو رہے مگر **کابلی شیر (پادری سلطان محمد پال صاحب افغان)** کے سامنے اُن کے اشعار کارگر نہ ہوئے۔ اور نہ وہ ثابت کرسکے کہ موجودہ قرآن محمد صاحب کے زمانہ کا قرآن ہے۔ نہ وہ کسی کتبہ۔ پرانے نسخہ یا تاریخِ دنیا کو اپنی شہادت میں پیش کرسکے۔ مولانا صاحب کا سب دارومدار بیچارے حافظوں کے سینوں پر تھا کہ حافظوں کے سینوں میں محفوظ چلا آتا ہے اور بس۔ دونوں لکچروں کے بعد ہندو پبلک نے فیصلہ دیا کہ "واقعی پادری صاحبان کے دعوے اور دلائل زبردست ہیں۔ اور مولوی صاحب اُن کے مقابلہ میں بالکل عاجز رہ گئے ہیں۔ اور سوائے تمسخر اور شعر گوئی کے اُن کے پلے کچھ بھی نہیں۔

۲ ستمبر شام کی کارروائی۔ ۲ ستمبر کی شام کو مولوی حافظ محمد صاحب گوندلانوالہ نے اثبات توحید پر لکچر دیا (اس نام کا ایک رسالہ مولوی صاحب نے تصنیف بھی کیا ہوا ہے) دورانِ لکچر میں وہ اسلامی توحید کو ثابت تو نہ کرسکے فقط تثلیث ہی کا رد کرتے ہوئے منطق اور فلسفہ کی

اصطلاحیں تو مولوی صاحب نے بہت پیش کیں مگر جناب پادری عبد الحق صاحب نے اٹھ کر اُن کی سب اصطلاحات پر پانی پھیر دیا۔ اور بجز تقیوں کے مولوی صاحب کے پلے کچھ نہ رہا۔ اور وہ بالکل ثابت نہ کر سکے کہ اسلامی توحید کیا ہے۔

پادری صاحب موصوف نے ثابت کر کے دکھادیا کہ خدا کی ذاتِ واحد میں کثرت ہے۔

بعد ازاں اثبات التثلیث پر جناب پادری سلطان محمد پال صاحب نے گوہر افشانی کی اور بڑی صفائی اور وضاحت سے اندرونی اور بیرونی دلائلِ قویہ سے تثلیث جیسے اوق مضمون کو روز روشن کی طرح ثابت کر دیا اور "رسالہ اثبات التوحید فی ابطال اثبات التثلیث" مصنفہ مولوی حافظ محمد صاحب کی ایسی دھجیاں اڑائیں کہ خدا کی پناہ۔ طرفہ ترماجرا یہ ہے کہ پادری صاحب موصوف نے مولوی صاحب کے رسالہ ہی سے تثلیث کو ثابت کر کے دکھادیا۔ بیچارے مولوی صاحب سن کر پانی پانی ہو رہے تھے اور مناظرہ کے آخر تک سناٹے کے عالم میں رہے۔

بعد از تقریر مولانا ثناء اللہ صاحب معترض ہو کر اٹھے (مقررہ وقت دس منٹ تھا) اور آنجناب نے یہ سوال کیا کہ کیا آپ مقدس اتھانسیس کے عقیدہ کو مانتے ہیں؟ اور بیٹھ گئے۔

پادری صاحب۔ جناب مولانا صاحب! آپ کو لازم تھا کہ میرے دلائل کو رد کرتے مگر خیر میں آپ کو آپ کے سوال کا جواب دیئے دیتا ہوں کہ ہم اس عقیدے کو الہامی نہیں مانتے۔ لیکن آپ اس میں سے جو اعتراض پیش کرنا چاہتے ہیں سو کریں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب۔ عقیدہ میں لکھا ہے کہ خدا باپ ازلی۔ خدا بیٹا ازلی اور خدا روح القدس ازلی۔ پھر بھی یہ تینوں ازلی نہیں بلکہ ایک ازلی۔

پادری پال صاحب۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ مگر یہ کہہ سکتا ہوں کہ آنجناب کو اس کی سمجھ نہیں آئی ورنہ آپ اسکو تثلیث کے رد میں پیش نہ کرتے پہلے اس کو سمجھئے۔ مولانا صاحب۔ اس میں تثلیث کا ثبوت ہے نہ کہ رد۔

لیکن مولوی صاحب اپنے وقت میں عقیدہ اتھاناسیس کی تفسیر ہی کو پیش کرتے اور دعویٰ کرتے رہے کہ میں پُرانا جرنیل ہوں۔ میرے مقابلہ پر کون کھڑا ہو سکتا ہے۔؟ مگر افسوس ہے کہ پُرانے جرنیل صاحب نے میدان جنگ میں سیدنا مسیح کے بہادر سپاہی کے سامنے اپنا کوئی بھی جوہر نہ دکھایا۔ نہ تو پادری صاحب کے دلائل وبراہین کو رد کر سکے۔ اور نہ بائبل یا قرآن کی کسی آیت یا تعلیم کو اس مضمون کے رد میں پیش کر سکے۔ مولوی صاحب نے یہی غنیمت سمجھا کہ مقدس اتھاناسیس کے عقیدہ ہی میں پناہ لینی چاہیے۔ اگر میں اس سے باہر نکلا تو خیر نہیں۔ اور یہ بات اُن کی تجربہ کاری اور عقلمندی پر دلالت کرتی تھی۔

اثبات التثلیث اور اثبات التوحید فی الحقیقت دونوں مشکل مضامین تھے۔ عوام الناس بہت کم سمجھے مگر جو سمجھتے تھے اُن کا یہ فیصلہ تھا کہ مولوی صاحبان پادری صاحبان کے آگے عاجز رہ گئے۔

۳ ستمبر کی کارروائی۔ ۳ ستمبر کو مضمون کفارہ مسیح پر جناب پادری عبد الحق صاحب نے سلیس اُردو میں عالمانہ تقریر کی۔ اور نہایت خوبی اور واضح طور سے مضمون مذکور کو ادا کیا اور ثابت کیا کہ تمام بنی نوع انسان گناہ کے لاعلاج مرض میں مبتلا ہیں۔ "کوئی نیک نہیں۔ ایک بھی نہیں" اور کوئی بشر اپنے اعمال حسنہ اور توبہ سے بچ نہیں سکتا۔ فقط سیدنا مسیح کے فضل پر نجات منحصر ہے کہ سیدنا مسیح کے فدا کار ہونے سے تیار ہوئی۔ مثال کے طور پر

انہوں نے حضرت ابراہیم کو پیش کیا کہ سیدنا مسیح نے اُن کے بیٹے حضرت اضحاق کے بدلے خود فدیہ دیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے مال یعنی بھیڑ بکری سے نہیں دیا۔ بلکہ سیدنا مسیح نے خود فدیہ دیا۔ اسی طرح خدا باپ نے گنہگاروں کے لئے تمام دنیا کا باپ ہو کر اپنے بیٹے سیدنا مسیح کو فدیہ میں دیا ہے تاکہ " جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔

نیز آنجناب نے لفظ کفارہ کی تشریح کی کہ کفارہ کے معنی ڈھانپنا ہے۔ اور اس مضمون کو ایسی خوبی سے پیش کیا کہ سامعین کے ذہن نشین ہو گیا۔ مگر افسوس ہے کہ جب مناظرے کا وقت آیا تو صاحب موصوف کے مقابلہ پر ایک ایسے شخص کو کھڑا کر دیا جو ایک لا علم شخص تھا اور پادری صاحب کے مقابلہ میں کچھ حقیقت نہ رکھتا تھا۔ اُس نے اٹھ کر ایک قدم سینکڑوں اعتراضات پیش کر دیئے جو کہ مضمون سے بے تعلق تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس نے وہ تمام اعتراضات مرزائی صاحبان کی پاکٹ بُک میں سے رٹے ہوئے تھے۔ وہ بیچارہ نہ تو مضمون ہی کو سمجھا اور نہ ہی فن مباحثہ سے واقف تھا۔ وہ صرف اُٹھ کر شور مچانا اور جو کچھ منہ میں آجائے وہ کہہ چھوڑنا ہی جانتا تھا۔

پادری صاحب نے کہا کہ یہ کوئی مناظرہ کا طریقہ نہیں ہے ۔ بلکہ اب میں یہ سمجھونگا کہ انجیل کی تبلیغ کر رہا ہوں۔ سو جناب نے تمام اعتراضات کے بعد دیگرے تسلی بخش جواب دے دیئے۔

بعد ازاں مسئلہ نجات پر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے تقریر فرمائی جس کا لب لباب یہ تھا کہ تمام دارومدار اعمال حسنہ اور توبہ پر ہے۔ آنجناب نے کہا کہ اسلامی نجات قدرتی طور پر علم طب سے موافق ہے کہ جس طرح گرم اشیاء مثلاً گڑ وغیرہ کے کھانے سے اگر گرمی ہو جائے اور اُس پر کوئی سرد چیز مثلاً لسی شربت نیلوفر وغیرہ پی لیں تو کسی طرح کی گرمی نہیں رہتی۔ بلکہ خود بخود قدرتی طور پر علاج ہو جاتا ہے اسی طرح سے جو بدی اور گناہ ہم سے سرزد ہوتے ہیں اُن کا ازالہ ہماری نیکیوں سے خود بخود ہوتا رہتا ہے اور خدا اُن کا حساب نہیں لے گا یعنی ہماری نیکیوں سے ہمارے گناہ دور ہو جاتے ہیں۔

اور اگر کوئی گناہ کبیرہ ہو جائے تو پھر توبہ کر لینے سے اُس کی معافی ہو جاتی ہے جیسے کہ اگر بہت ثقیل (سخت) غذاؤں سے پیٹ خراب ہو جائے تو پھر جلاب لینے سے صفائی ہو جاتی ہے۔

بعد از ایکچرار پادری سلطان محمد پال صاحب نے اسلامی نجات کا طبی اصول قرآن شریف اور حدیث کو پیش کر کے ایسا رد کر دیا اور ثابت کر دکھایا کہ اسلام میں کوئی نجات ہے ہی نہیں۔ اور کوئی انسان اپنے اعمال حسنہ اور توبہ سے نجات حاصل کر ہی نہیں سکتا۔ اور نیز یہ کہا کہ میں بڑے دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی شخص دنیا میں ہے جو کہ اسلام میں نجات ثابت کر سکے۔ اگر اسلام میں نجات ہوتی تو **میں کیوں مسیحی ہو جاتا۔**

پھر مولوی صاحب نے اٹھ کر کہا کہ میں اس پر مسلسل سارا دن بحث کرنے کے لئے تیار ہوں۔ افغانی شیر نے اپنا کوٹ اُتار کر جواب دیا کہ میں تیار ہوں۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ کوئی منصف ہونا چاہیے ۔ جو کہ فیصلہ دے۔ پادری صاحب نے فرمایا کہ میں پنڈت رام چندر دہلوی کا نام منصف کے لئے پیش کرتا ہوں اگر آپ کہیں تو اُن کو آج ہی تار دیدوں اور **کل اسی جگہ مناظرہ ہو جائے۔**

مولوی صاحب۔ میں چاہتا ہوں کہ منصف برہمو سماج میں سے ہو اور مباحثہ تحریری ہو۔

پادری پال صاحب۔ اگر آپ تحریری مباحثہ کرنا چاہتے ہیں تو میرے رسالہ "**میں کیوں مسیحی ہو گیا**" کا جواب لکھ دیں (یہ کہہ کر رسالہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی جانب پھینک دیا) یہ رسالہ سات سال سے لکھا ہوا ہے۔ جب آپ اُس وقت تک جواب نہیں دے سکے تو اب کیا لکھیں گے؟

میں چاہتا ہوں کہ کہ مناظرہ دونو صورتوں میں ہو۔ یعنی **تحریری** اور **تقریری** اور دونو کے منصف پنڈت رام چندر دہلوی ہوں اور **تقریری مباحثہ اسی جگہ حافظ آباد میں ہو۔**

اور میں یہ بطور چیلنج مولوی ثناء اللہ صاحب کو تحریر کرتا ہوں (چیلنج لکھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھیج دیا گیا)۔ اور اگر میں اپنے ثبوت پیش نہ کر سکوں اور پنڈت صاحب موصوف فیصلہ دے دیں کہ میں جواب دینے سے قاصر رہ گیا ہوں تو میں محمدی ہو جاؤنگا۔

مولوی صاحب نے چیلنج منظور کر لیا اور تحریری جواب لکھ کر بھیجدیا کہ مناظرہ تحریری ہو گا۔ اور آپ کے رسالہ کا جواب لکھ کر پنڈت صاحب موصوف کو بھیج دونگا اور جو فیصلہ وہ دیں گے مجھے منظور ہو گا۔ (مولوی صاحب نے بھی بعد ازاں پنڈت رام چندر دہلوی کا نام بطور منصف منظور کر لیا تھا) پادری صاحب نے تحریری جواب دیا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ مناظرہ تحریری اور تقریری ہو۔ اور تقریری بمقام حافظ آباد ہو۔ آپ تقریری سے کیوں گریز کرتے ہیں؟ منصف پنڈت صاحب موصوف ہونگے اور جو وہ فیصلہ دیں گے مجھے منظور ہو گا۔ اور اگر میں جواب الجواب دینے سے رہ گیا تو میں محمدی ہو جاؤنگا اور اس سے آپ کی بڑی شہرت ہو گی۔ مگر ساتھ ہی ایمانداری اس میں ہے کہ اگر آپ جواب نہ دے سکیں اور پنڈت صاحب موصوف کا فیصلہ میرے حق میں ہو تو آپ مسیحی ہو جائیں اور مناظرہ ۱۵ ستمبر ۱۹۲۸ء سے پیشتر ہو۔

اسی اثناء میں پادری عبد الحق صاحب نے بھی ایک چیلنج مولوی ثناء اللہ صاحب کے نام بھیج دیا کہ آپ میرے ساتھ ۵ ستمبر ۱۹۲۸ء سے پیشتر اسلامی توحید پر مناظرہ کر لیں۔

اب تو جناب مولوی صاحب اور جماعت اہل حدیث کے چھکے چھوٹ گئے۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن کا معاملہ تھا۔ جواب دیں تو کیا دیں۔ سنگ آمد سخت آمد اب بصد مشکل یہ تدبیر سُوجھی کہ اپنے منبر پر ہی سے جواب دیا جائے اور کچھ نہ کچھ سنا دیا جائے۔ لیکن جب اُن سے یہ طلب کیا گیا کہ براہ مہربانی آپ اپنا تحریری جواب بھیج دیں تو مولوی صاحب نے یہ کیا نہیں۔ برعکس اس کے نعرہ تکبیر شروع کر دیا اور اسلامی دنیا نے تالیاں بجانی اور شور کرنا شروع کر دیا جیسے کہ اُن کی عادت ہے اور یوں مولوی صاحب امرتسری نے اپنا پیچھا چھڑایا اور سب مسلمان میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ اس جگہ میدانِ مناظرہ میں اہل حدیث حافظ آباد اور اُن کے بڑے مشہور و معروف جرنیل مناظرہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو شکستِ فاش ہوئی اور میرا خیال ہے کہ اگر اُن کو یہ دن یاد رہا تو پادری سلطان محمد پال صاحب افغان اور پادری عبد الحق صاحب کے روبرو آئندہ میدانِ مناظرہ میں کبھی نہ آئینگے۔

شہر حافظ آباد میں اب تک اس مناظرہ کا بہت چرچا ہے اور ہندو پبلک اور غیر متعصب مسلمان یہ کہہ رہے ہیں کہ مولوی صاحبان پادری صاحبان سے شکست فاش کھا گئے اور جواب دینے سے عاجز رہ گئے۔ یہ فتح ہمارے آقا و مولا سیدنا عیسیٰ مسیح کی ہے۔ اُن کا نام اب سے لے کر ابد تک مبارک ہو۔

خدا کا شکر ہے کہ اس جلسہ میں کسی قسم کا نقص امن نہیں ہوا بلکہ ساری کارروائی دوستانہ اور برادرانہ طور سے ہوتی رہے"۔(مندرجہ نور افشاں)۔

راقم۔بی سیموئیل از حافظ آباد

پادری عبد الحق صاحب کے چیلنج کا اثر

جب جناب پادری عبدالحق صاحب فاتح قادیاں نے دیکھا کہ مولوی صاحب اس موقعہ پر بحث سے گریزوفرار کی راہیں تلاش کرنے کی خاطر لیت ولعل اور عذر وبہانہ کررہے ہیں تو آپ نے تمام شرائط کی قیود کو دور کرکے مولوی صاحب کی اُسی وقت مباحثہ کا چیلنج دیا تاکہ اسلامی طریق نجات کی اصلیت اور توحید کی حقیقت اُس مجمع پر واضح ہوجائے۔ چیلنج کی نقل درج ہے۔ (خان)

"جناب مولوی ثناء اللہ صاحب۔ تسلیم۔ میں آپ کو اسلامی مسئلہ توحید کے متعلق چیلنج دیتاہوں کہ آپ اس مبحث پر میرے ساتھ تحریری اور تقریری مناظرہ کرلیں۔ منصف پنڈت رام چندر دہلوی ہونگے"۔

مورخہ ۳ستمبر ۱۹۲۸ءحافظ آباد۔

عبدالحق (پروفیسر) نارتھ انڈیا یونائیٹڈ تھیولاجیکل کالج سہارن پور۔

مولوی صاحب موصوف نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

چیلنج منظور

" پادری عبدالحق صاحب۔ تسلیم۔ آپ نے جو چیلنج دیاہے منظور مگر آپ نے یہ نہیں بتایا کہ فیصلہ میرے حق میں ہونے کی صورت میں آپ اسلام قبول کرینگے"۔

مورخہ ۳ستمبر ۱۹۲۸ءحافظ آباد۔

ابوالوفاء ثناءامرتسری۔

پادری عبدالحق صاحب موصوف نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

" جناب مولوی ثناء اللہ صاحب تسلیم۔ آپ مہربانی فرماکر تاریخ اور جگہ کی بابت فیصلہ کریں۔ جگہ حافظ آباد ہوگی اور تاریخ ۱۵ستمبر سے پیشتر جو آپ چاہیں بالتفصیل تحریر فرمائیں کہ کون سی تاریخ کو تقریری مناظرہ ہوگا اور کونسی تاریخ کو تحریری۔ آپ کے "مگر" کا جواب اُس وقت دونگا جب آپ یہ تحریر فرمائیں گے کہ اگر فیصلہ آپ کے برخلاف ہوگا تو آپ مسیحی ہوجائیں گے۔"۔

مورخہ ۳ستمبر ۱۹۲۸ءحافظ آباد۔

عبد الحق (پروفیسر) نارتھ انڈیا یونائیٹڈ تھیولاجیکل کالج سہارن پور۔

جب مولوی صاحب کو یہ چیلنج پہنچا تو اس قدر گھبرائے اور تمام عذر حیلے بھول گئے کہ اُن کی طرف سے اِس کا جواب ہی نہ آیا۔ ہم مولوی صاحب سے مخلصانہ مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ نے پادری صاحب کے اس چیلنج کا کیوں جواب نہ دیا؟

اب ہم آپ کے ہی الفاظ میں یہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے اور "اہل حدیث کمپنی" نے "صداقت اور دیانت کو اُلٹی چُھری سے ذبح کیا یا نہیں؟ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ مباحثہ تو ہو مذہبی مگر اس کے اندر اور باہر جو کارروائی ہو وہ مذہب اور دیانت کے سراسر خلاف ہو"۔

(خان)

حافظ آباد میں مباحثہ عیسائیوں کے ساتھ

اب ہم اخبار اہل حدیث سے وہ روئداد نقل کرتے ہیں جو "اہل حدیث کمپنی" کی طرف سے اس مناظرہ کے متعلق شائع ہوئی تا کہ ناظرین طرفین کے بیانوں کو بغور مطالعہ کرکے خود فیصلہ کرسکیں کہ اہل حدیث کس قدر دیانت کا خون کرتے ہیں۔ (خان)

"ضلع گوجرانوالہ پنجاب میں ایک مقام حافظ آباد اس کی تحصیل ہے وہاں متہروں کی ایک جماعت عیسائی ہوچکی ہے۔ اُن کے سمجھانے یا ترقی کرنے کو پادری لوگ آتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں سے بات چیت ہوتے ہوتے مباحثہ تک نوبت پہنچی۔ مسلمانوں نے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب۔ مولانا حافظ محمد صاحب۔ مولوی احمد دین صاحب وغیرہ علماء کو تکلیف دی۔ عیسائیوں کی طرف سے پادری سلطان محمد پال صاحب اور پادری عبدالحق صاحب وغیرہ میدان مباحثہ میں آئے۔ مباحثہ ۲۔ ۳ ستمبر کو تھا۔ اور مضامین میں مباحثہ [1] تحریف بائبل۔ [2] تحریف قرآن۔ [3] اسلامی توحید۔ [4] تثلیث۔ [5] کفارہ مسیح۔ [6] اسلامی راہ نجات۔ ہر ایک مضمون کے لئے ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ وقت مقرر تھا۔

پہلا۔ دوسرا۔ چوتھا اور چھٹا مضمون مولانا ابوالوفاء نے بیان کیا۔ تیسرا مضمون حافظ محمد صاحب اور پانچواں مولوی احمد دین صاحب گکھڑی نے بیان کیا۔

پادری صاحب نے پہلی تقریر متعلق بائبل پر کی۔ اور اپنی تقریر میں بڑا زور اس بات پر دیا کہ توریت وانجیل کے پُرانے نسخے مل گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یہی ہیں جو ہمارے پاس ہیں۔ نصف گھنٹہ تک پادری عبدالحق نے یہ تقریر ادا کی۔ مولانا ابوالوفاء نے نہایت متانت سے کھڑے ہوکر صرف اتنا پوچھا کہ اس توریت کا لکھنے والا یا لانے والا کون تھا؟ پہلے تو اس کی تحقیق ہولے۔ ایک دو منٹوں میں سوال ختم کرکے بیٹھ گئے۔ خدا جانے

اس سوال میں کیا قوت تھی اور پُرانے مناظر نے اس میں کیا مخفی راز رکھا تھا کہ پادری صاحب نے اٹھ کر بہت لمبی تقریر کی مگر اس سوال کو نہ چھوا۔ پادری صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ میری پیش کردہ دلیلوں کو مولوی صاحب نے چھوا نہیں۔ بس ایک سوال کر دیا جس کا میں جواب نہ دونگا۔ مولانا ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا بھائیو! میں نے جو سوال کیا وہ چینی زبان میں تھا یا کشمیری میں جس کو پادری نے سمجھا نہیں؟ لیجئے میں پھر دُہراتا ہوں کہ موجودہ توریت کو لکھنے والے کون صاحب ہیں؟ پادری صاحب نے دوسری مرتبہ بھی وہی کہا جو پہلی مرتبہ کہا تھا۔ مولانا نے اپنے سوال کو دُہرا کر یہ شعر پڑھا۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

مجلس میں عجب سماں تھا۔ لوگ حیران تھے کہ مولانا نے اپنی عادت کے موافق ہنستے ہوئے ایک ایسی چٹکی لی ہے کہ پادری صاحب سخت پیچ وتاب کھا رہے ہیں اور جواب نہیں دیتے۔ آخر تنگ آکر جواب دیا کہ تورات کے لکھنے والے حضرت موسیٰ تھے۔ یہ کہنا تھا کہ مولانا نے کھڑے ہو کر تورات ہی سے عبارت پڑھی جس میں مذکور تھا کہ موسیٰ کی مرنے کے وقت ایک سو بیس برس عمر تھی۔ اس کی قبر کا کسی کو پتہ نہیں وغیرہ۔ فرمایا اگر حضرت موسیٰ نے یہ کتاب لکھی ہوتی تو یہ الفاظ اس میں کیسے ہو سکتے ہیں؟ پادری صاحب نے جواب دیا کہ موسیٰ کی موت کا مضمون یشوع نبی نے پیچھے لگایا ہے۔ مولانا نے فرمایا پیچھے لکھے حصے کو علیحٰدہ کر کے دکھایئے یہاں تو کلام برابر متصل جا رہا ہے۔ پھر ہم کیونکر باور کر لیں کہ اتنا حصہ کسی اور کا لکھا ہوا ہے اور وہ کون ہے۔ اسی پر وقت ختم ہو گیا۔

اس کے بعد قرآنی حفاظت کا مسئلہ تھا جس میں مولانا بحیثیت مدعی تھی۔ آپ نے فرمایا مسلمانوں میں خدا کے فضل سے ایک جماعت حافظانِ قرآن کی ہے جو آنحضرت تک برابر اپنا سلسلہ پہنچاتے ہیں۔ اور آنحضرت خود حافظ قرآن تھے۔ بس یہی قطعی دلیل ہے حفاظ قرآن کی۔ اس پر پادری پال صاحب نے بعض روائتیں بیان کیں جن میں ذکر تھا کہ فلاں آئت قرآن میں تھی وہ اب نہیں۔ مولانا نے اس روایت کو مطابق کر کے دکھایا اور وقت پورا ہو گیا۔

تیسرا مضمون حافظ محمد صاحب نے بیان کیا۔ آپ کے جواب دینے کو پادری عبدالحق کھڑے ہوئے دونوں صاحبوں کی تقریر منطقی اصول پر مبنی تھی۔

آپ کے بعد مسئلہ تثلیث پر تقریر کرنے کو پادری پال صاحب کھڑے ہوئے۔ مگر سارا وقت آپ نے حافظ محمد کے رسالہ "اثبات التوحید" کی تردید میں خرچ کر دیا۔ مسلم پریذیڈنٹ نے آپ کو ٹوکا کہ مضمون تثلیث پر تقریر کیجئے۔ مگر آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے بزور یہی کہا کہ آپ مجھ کو روک نہیں سکتے میں جو چاہوں بیان کروں۔ جواب کے لئے مولانا ابوالوفاء کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا۔ رسالہ محمدی کا جواب تو یہ ہے کہ مصنف ممدوح اعلان کریں کہ جو چاہے مجھ سے پڑھے۔ باقی اصل مضمون کے متعلق پھر ایک ہی سوال کیا کہ تثلیث کے تیسرے رکن مسیح کی حقیقت کیا ہے؟ عیسائیوں کا عقیدہ اتھاناسیس کہ جس طرح جسم اور روح کا مجموعہ انسان ہے اسی طرح خدا اور انسان کا مجموعہ مسیح ہے یہ ہے عیسائیوں کا مذہب کہ مسیح خدا اور انسان سے مرکب ہے۔ اس پر پادری صاحب بہت جھنجھلائے یہی کہتے رہے کہ اس تقریر کا تثلیث سے تعلق نہیں مگر حاضرین نے سارا تعلق سمجھ لیا۔

پانچواں مضمون کہ کفارہ مسیح ثابت کرنے کو پادری عبدالحق صاحب کھڑے ہوئے۔ جن کا جواب مولوی احمد دین صاحب نے اپنے خاص رنگ میں دیا۔ جس کو دیہاتی حاضرین نے بہت پسند کیا۔

چھٹا مضمون اسلامی راہ نجات مولانا امرتسری نے نصف گھنٹہ بڑی خوبی سے بیان فرمایا آپ نے اپنی تقریر میں اسلامی راہ نجات کو ڈاکٹری اور طبی اصولوں سے عجیب طرز سے مطابق کرکے دکھایا۔ پادری پال صاحب نے جواب میں وہ روایات پڑھیں جن میں ذکر ہے کہ ہر شخص خدا کے رحم کے ساتھ نجات پائے گا عمل سے نہیں۔ مولانا موصوف جواب کی تقریر کررہے تھے ابھی پانچ منٹ ہوئے اور پانچ باقی تھے کہ عیسائیوں کی طرف سے آواز آئی "وقت ختم ہوگیا" مسلم صدر نے کہا ابھی پانچ منٹ باقی ہیں۔ اس پر تکرار ہونے لگی۔ مولانا تو کرسی پر بیٹھ گئے پادری سلطان محمد پال صاحب نے بڑے جوش میں اپنا رسالہ "میں کیوں مسیحی ہوا" مولانا کی طرف پھینک کر کہا کہ مولوی ثناء اللہ اس کا جواب دیں تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ فیصلہ کے لئے پنڈت رام چندر صاحب آریہ دہلوی کا نام پیش کیا۔ منصف کی بابت چند منٹ ردوبدل ہوتا رہا آخر کار مولانا نے بلند آواز سے اعلان کردیا کہ میں اس رسالہ کا جواب دونگا۔ اس کے فیصلے کے لئے پنڈت رام چندر صاحب مجھے منظور ہیں میں جواب لکھ کر مع رسالہ پنڈت صاحب موصوف کے پاس بھیج دونگا جو فیصلہ آئیگا وہ شائع کردیا جائے گا۔ مولانا کے اس اعلان کا جلسہ پر خاص اثر تھا حاضرین حق کی قوت کا اندازہ کررہے تھے تاہم جن لوگوں کو اسلامی فتح میں کچھ تردد تھا خدا نے اُن کا تردد رفع کرنے کو خاص صورت پیدا کردی پادری پال صاحب اپنے اس بیان سے پھر گئے اور اعلان کیا کہ مولوی صاحب کے جواب کا جواب پھر لکھونگا اور مباحثہ تقریری یہاں ہی ہوگا اور پنڈت جی یہاں مباحثہ میں بیٹھیں گے۔ جب مسلمانوں نے پادری صاحب کا یہ جواب سنا تو خوشی میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ سیکرٹری انجمن اہل حدیث حافظ آباد (اہل حدیث ۴ ستمبر)۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جس نمبر میں سیکرٹری انجمن اہل حدیث حافظ آباد کی مندرجہ بالا کیفیت درج کی اسی اشاعت میں اپنی طرف سے پادری سلطان محمد خان صاحب کے نام ایک کھلا مکتوب شائع کیا جسے ہم درج ذیل کرتے ہیں۔ **(خان)**

کھلا مکتوب

بخدمت پادری سلطان محمد پال صاحب

تسلیم۔ آپ نے مباحثہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ (پنجاب) میں بتاریخ ۳ ستمبر ۱۹۲۸ء اپنی مذہبی تحقیق کا اظہار کرتے ہوئے اپنا رسالہ "میں کیوں مسیحی ہوا" میری طرف پھینک کر کہا تھا اگر آپ اس کا جواب دیں تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ چنانچہ اُس وقت بہت سی قیل وقال کے بعد تقرر منصف بھی ہوا۔ پھر کیا ہوا؟ میں اس کا ذکر چھوڑتا ہوں تا کہ سلسلہ کلام اور طرف نہ ہو جائے۔ بلکہ درد بھرے دل سے آپ کو مخاطب کرتا ہوں اور صرف ایک بات نہایت ہی

مخلصانہ رنگ میں پوچھتاہوں کہ آپ اس رسالہ کاجواب پاکر منتہائے کلام قرار دیتے ہیں اور فیصلہ کی صورت کیافرماتے ہیں؟

میں اُمید کرتاہوں کہ آپ میرے اس محبت نامہ کاجواب مودت کے رنگ میں معقول دینگے"۔

آپ کاباوفاءابوالوفاءثناءاللہ "(اہل حدیث ۱۴ستمبر ۱۹۲۸)۔

کھلا خط

مولوی ثناء صاحب کے خط کے جواب میں

مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ پرچہ ہمیں بھیج دیا۔ اور ہم نے پادری صاحب موصوف کو دیگر درخواست کی کہ اس کا جواب لکھیں تا کہ ناظرین اہل حدیث آپ کے جواب کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔پادری صاحب نے فوراً جواب لکھ کر ہمارے حوالہ کیا اور ہم نے اس کی نقل ایبٹ آباد سے ۱۹ستمبر ۱۹۲۸ء کوبذریعہ رسید طلب رجسٹری (نمبر ۶۳)مولوی صاحب کوبغرض اشاعت بھیجدی۔ جسے ہم لفظ بلفظ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ روئداد مندرجہ ذیل کی تصدیق حافظ آباد کے معزز ہندوؤں نے بھی کی ہے جن کے دستخط ہمارے پاس اصل پر موجود ہیں۔ (خان)

من درگزر میدان وافراسیاب

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ تسلیم۔ آپ کاکھلا مکتوب جس کو آنجناب نے اپنے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۴ستمبر ۱۹۲۸ میں کمترین کے نام شائع کیاہے نظر سے گزرا جس کوپڑھ کر مجھ کواس امر کایقین ہوگیاہے کہ درحقیقت دنیا سے مسلمانی اٹھ چکی ہے۔اور بجز چند کرم خوردہ کتابوں کے صفحات اور چند قبرستانوں کی بوسیدہ ہڈیوں میں کہیں بھی اس کا نام ونشان نہیں ملتا کسی کہنہ مشق اُستاد نے خوب کہاہے کہ مسلمان درگورو مسلمانی درکتاب جس مذہب کی یہ حالت ہو کہ اس کے ممتاز وسربرآوردہ پیروؤں کو جھوٹ بولنے میں دریغ نہ ہواس پروہ سچائی کادعویٰ کرنے والامری ہذاعجیب۔ آپ جیسے مولوی فاضل فاتح قادیاں مفسرِ قرآن۔ سرآمد اہل حدیثاں کی جب یہ کیفیت ہے کہ صداقت اور دیانت کے نام سے اس قدر متنفر

ہیں جس طرح ہندو لحم البقر سے تو باقی عوام کالانام مسلمانوں سے کیونکر یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ شعائر اسلام کے پابند اور اخلاق محمدی کے مجسم نمونے ہو کر جئیں۔ چنانچہ "اہل حدیث" کے اسی نمبر میں ایک اور "اہل حدیث" کا نمونہ ہمارے سامنے موجود ہے جس نے اس قدر دروغ بافی اور کذب بیانی سے کام لیا ہے کہ مسلم کذاب بھی پناہ مانگتا ہے۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ یہ شخص کوئی معمولی اہل حدیث بھی نہیں بلکہ انجمن اہل حدیث حافظ آباد کے سیکرٹری ہیں۔ اس ننگ اسلام کو اس کا بھی خیال نہیں آیا کہ جب حافظ آباد میں اس کا مضمون پہنچیگا جو سراسر دروغ مصلحت آمیز کا آئینہ ہے تو اگرچہ مسلمانانِ حافظ آباد اسلام کی عزت کے نام پر اس سے چشم پوشی کریں تو اُن ہندوؤں کو کیا منہ دکھائیں گے جو اُن جلسوں میں از اول تا آخر موجود تھے اور اُن پر اس کھلے جھوٹ کا کیا اثر ہوگا! جناب مسیح نے کیا خوب کہا ہے کہ "درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے"۔ سچ سچ عرض کر رہا ہوں کہ اگر اسلام کی بطالت کے لئے میرے پاس ایک بھی دلیل نہ ہو تو آپ دونو کا طرز عمل آپ کے اسلام کے برحق نہ ہونے کے لئے نہایت ہی شافی اور کافی دلیل ہے۔

مطالبہ بیان حلفیہ

اب میں اُن اصلی واقعات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جن سے آپ نے دیدہ ودانستہ اغماض کیا ہے اور اپنی ذاتی مصلحت کی بناء پر اُن کی اشاعت سے گریز کیا ہے لیکن قبل اس کے کہ میں ان تمام واقعات کو پوست کندہ بیان کروں اور پبلک کو اس امر کا یقین دلادوں کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں راست بلاکم وکاست ہے۔ میں آپ ہی کو اس معاملہ میں منصف مقرر کرتا ہوں۔ جس کی صورت یہ ہوگی کہ جس جس امر کے متعلق میں نے ذیل کی سطور میں آپ کو بدیں الفاظ مخاطب کیا ہو کہ **حلفیہ کہئے** کہ یہ

واقع سچ ہے یا جھوٹ

اُس کی نسبت آپ جو فیصلہ دیں اپنے حلف نامہ کے ساتھ جو مندرجہ ذیل الفاظ پر مشتمل ہو اپنے اخبار میں شائع کردیں کہ:

"میں ابو الوفاء۔ مولوی ثناء اللہ مولوی فاضل۔ شیر پنجاب۔ فاتح قادیاں۔ جمیع القاب خود
قرآن مجید کو ہاتھ میں لے کر خدا کو حاضر وناظر جان کر یہ فیصلہ دیتا ہوں"۔

میں اس پر آپ ہی کے فیصلہ کو تسلیم کرلونگا۔ ہاں البتہ میں حافظ آباد کے اُن ہندوؤں کے جو جلسوں میں موجود تھے دستخط شائع کرا کے دنیا کو یہ دکھادونگا کہ

منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی   اے بتو ایمان داری اٹھ گئی

جس واقعہ پر آپ نے اپنے خط میں بدیں الفاظ پردہ ڈالنا چاہا ہے کہ "چنانچہ اُس وقت بہت سی قیل وقال کے بعد تقرر منصف بھی ہوا۔ پھر کیا ہوا؟ میں اس کا ذکر چھوڑتا ہوں تاکہ سلسلہ کلام اور طرف نہ ہوجائے"۔ اُسی واقعہ کو میں جُوں کا تُوں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں اگرچہ میں بذات خود ہرگز اس کا روادار نہ تھا کہ میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کروں جس سے اس پیرانہ سالی میں آپ کو خفت ہو اور آپ کی شہرت پر بٹہ لگے۔ لیکن آپ کے اس طرز عمل نے مجھ کو مجبور کیا کہ اُس غلط فہمی کا ازالہ کیا جائے جس کی آڑ میں آپ اپنی شہرت کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔

کل کا بدلہ

امر واقعہ یہ ہے کہ حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں مباحثہ کے آخری مضامین یہ تھے۔(ا) مسیحیت میں طریق نجات جس کے مقرر پادری عبدالحق صاحب تھے اور معترض منجانب مسلماناں ایک شخص مسمٰی احمد دین جس کے لب ولہجہ سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ایک دیہاتی اور تہذیب سے فرسخوں دور تھا۔ جب یہ شخص پادری عبدالحق صاحب کی تقریر پر اعتراض کرنے کو کھڑا ہوا تو ایسا بے سروپا ہانکنے اور مغلظات بکنے لگا جس سے مجھے بہت رنج ہوا اور پادری عبدالحق صاحب سے میں نے کہا کہ اس شخص سے آپ کا مباحثہ کرنا آپ کی ہتک ہے اور پریزیڈنٹ کی اجازت سے میں نے آپ کو مخاطب کرکے کہا کہ مولوی صاحب یہ مباحثہ نہیں ہے بلکہ آپ کل کا بدلہ پادری عبدالحق صاحب سے لینا چاہتے ہیں اس لئے ایک ایسے شخص کو جو پادری صاحب کے ایک جملہ کو سمجھنے کی بھی قابلیت نہیں رکھتا اُن کے بالمقابل لا کھڑا کر دیا۔ اس کی غرض بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ پادری صاحب کی بے عزتی ہو؟ آپ نے اس کا کچھ بھی جواب نہ دیا اور خاموش بیٹھے رہے۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

ناظرین سطور بالا کو پڑھ کر ضرور معلوم کرنا چاہتے ہونگے کہ "کل کا بدلہ" کیا مطلب رکھتا ہے۔ بجائے اس کے کہ عین اپنا قلم گندہ کروں۔ بہتر ہے کہ ناظرین مولوی صاحب کو مجبور کریں کہ وہ خود اس کا مطلب بیان کریں لیکن میں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ خواہ مولوی صاحب کی جان پر بھی آن پڑے وہ ہرگز ہرگز "کل کا بدلہ" کا ذکر نہیں کرینگے۔

پادری عبدالحق صاحب کی تقریر اور مباحثہ کے بعد خود بدولت "اسلام میں طریق نجات" پر تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ اور بازاری دوا فروشوں کی طرح چلانے لگے کہ "جس طرح ہر مرض کے لئے ایک دوا ہوتی ہے۔ مثلاً بخار کے لئے کونین قبض کے لئے جلاب۔ اسی طرح اسلام میں بھی ہر گناہ کی ایک دوا ہے"۔ جس کی تار پود کو میں نے قرآن مجید واحادیث کے شواہد سے اس طرح بکھیر کر رکھ دیا کہ تمام مسلمانوں کا چہرہ فق اور خود جناب پر ایک سکتہ کا عالم طاری تھا۔ جس کی دو دلیلیں ہیں۔ اول یہ کہ جب میں دوسری بار کھڑا ہوا تو تین منٹ تقریر کرنے کے بعد آپ کے پریذیڈنٹ صاحب نے مجھ کو اعتراض کرنے سے روکا اور کہا کہ "وقت ہوچکا ہے اب مباحثہ بند ہے"۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

اہل حدیث کا افترا

اب آپ اپنے مفتری اور دروغ گو سیکرٹری کا مضمون بھی دیکھ لیں جو اسی نمبر میں شائع ہوچکا ہے کہ کس طرح اس واقعہ کو بالکل برعکس اور سراسر جھوٹ کی صورت میں اس طرح بیان کیا ہے کہ "مولانا موصوف جواب کی تقریر کررہے تھے۔ ابھی پانچ ہی منٹ ہوئے اور پانچ منٹ باقی تھے کہ عیسائیوں کی طرف سے آواز آئی۔ وقت ختم ہوگیا۔ مسلم صدر جلسہ نے کہا ابھی وقت باقی ہے"۔ مولوی ثناءاللہ صاحب! کیا مسلمانی کے یہی معنی ہیں؟ کیا ایمانداری اسی کو کہتے ہیں؟ اگر آپ میں ذرہ بھر بھی اسلام کی بُو ہوتی تو اس مضمون کو ہرگز ہرگز اپنے اخبار میں شائع نہ کرتے کیونکہ یہ کھلا ہوا

جھوٹ ہے اور جب شائع کیا تو ایمانداری یہ تھی کہ اس کی کذب بیانیوں کی تردید بھی کرتے۔ لیکن آپ سے کیا توقع ہو سکتی تھی! ایں خانہ ہمہ آفتاب است۔

آپ کی شکست اور حواس باختگی کی دوسری دلیل یہ ہے جس کو آپ کے مفتری سیکرٹری صاحب کے قلم سے حق تعالیٰ نے اس طرح نکلوایا ہے جس طرح نمرود کی آگ سے ابراہیم علیہ السلام کو۔ لکھتے ہیں کہ "تاہم جن لوگوں کو **اسلامی فتح میں کچھ تردد تھا** خدا نے اُن کا تردد رفع کرنے کو خاص صورت پیدا کر دی"۔ (اہل حدیث ۱۴ ستمبر ۱۹۲۸ء)۔

مولوی صاحب کیا میں آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ اگر آپ شکست یافتہ اور حواس باختہ نہ ہو گئے تھے تو اس تردد کے کیا معنی ہیں کیا فتح مندوں کو بھی کچھ درد ہوا کرتا ہے؟

تین منٹ میں گیارہ بج گئے

اب میں اُس صورت کو پیش کرنا چاہتا ہوں جو "خدا نے پیدا کر دی تھی"۔ جب مسلمانوں کے صدر نے مجھ کو روکنا چاہا تو ہمارے صدر صاحب نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "جناب آپ کیا فرماتے ہیں ابھی تو پادری صاحب نے تین ہی منٹ تقریر کی ہے"۔ اس پر مسلمانوں کے صدر نے کہا کہ "مباحثہ کا وقت گیارہ بجے تک تھا۔ اب گیارہ بج چکے ہیں"۔ اس پر میں نے کہا کہ پریذیڈنٹ صاحب! اس حیلے اور بہانے سے کیا ہوتا ہے؟ ابھی تو میں نے صرف ایک ہی حدیث پڑھ کر سنائی ہے۔ آپ صاف طور پر کیوں نہیں کہتے کہ مولوی ثناء صاحب میرے اعتراضات کا جواب نہیں دے سکتے"۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

اختیار راہ فرار

اس پر آپ کے صدر صاحب نے چیں بجبیں ہو کر کہا کہ "کیوں مولوی صاحب جواب نہیں دے سکتے؟ اگر آپ کا یہی خیال ہے تو چلو آج دن بھر اسی مسئلہ پر مباحثہ سہی"۔ جس کو سن کر عیسائی مارے خوشی کے اچھل پڑے اور میں نے کہا کہ مجھے بسر و چشم منظور ہے۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

میری منظوری کو سن کر آپ کا چہرہ زرد ہو گیا اور اپنے پریذیڈنٹ صاحب سے کچھ پھسپھسانے لگے جس کے بعد پریزیڈنٹ صاحب نے کہا کہ دن بھر تو مباحثہ نہیں ہو سکتا کچھ وقت مقرر ہونا چاہیے جس کے جواب میں میں نے کہا کہ پریزیڈنٹ صاحب آپ کو کم از کم ہندوؤں کو خیال کرنا

چاہیے کہ وہ آپ کے اس عمل کو دیکھ کر کیا سوچتے ہونگے۔ کبھی تو آپ مجھ کو روکتے ہیں کہ وقت ہو چکا اور کبھی پورا دن مباحثہ کرنے کو کہتے ہیں اور اب آپ تھوڑا وقت چاہتے ہیں اچھا یہ بھی منظور ہے کہ کم از کم تین گھنٹے اسی مضمون پر مباحثہ ہو۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

کوئی منصف بھی ہو

اس پر آپ نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ ایک منصف ہو تا کہ فیصلہ کرے میں نے کہا کہ میں تو خدا سے یہی چاہتا تھا چلو یہ بھی منظور ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ اس منصف کا نام لو میں نے کہا پنڈت رامچندر دہلوی منصف ہوں۔ کیونکہ نہ تو وہ عیسائی ہیں اور نہ مسلمان اور نیز عربی دان ہیں اور طرفین کے مذہب سے واقف۔ اُن کے اخراجات طرفین کے ذمہ ہونگے اگر آپ کو منظور ہے تو میں ابھی ان کو تار دونگا۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

اس پر آپ نے کہا کہ رام چندر ہمیں منظور نہیں بلکہ دیال سنگھ کالج کا کوئی پروفیسر یا کوئی برھمو ہو۔ میں نے کہا کہ مجھ کو یہ بھی منظور ہے بشرطیکہ وہ عربی دان ہو۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

بحث سے گریز

پھر آپ نے اخراجات کی ذمہ داری سے انکار کیا۔ جب ہم نے بہت مجبور کیا تو ایک مسلمان نے جلسہ میں سے کہا کہ میں مسلمانوں کی طرف سے اخراجات کا ذمہ وار ہوں۔ جب آپ نے دیکھا کہ آپ کی شیخی کرکری ہوئی جاتی ہے۔ تب آپ نے کہا کہ مباحثہ تحریری ہو جس کے جواب میں میں نے کہا کہ مجھ کو تو تقریری اور تحریری دونوں منظور ہیں لیکن اس وقت تو تقریری مباحثہ پر گفتگو ہے لہذا اول تو تقریری ہو۔ یہ سُن کر آپ کُرسی پر سے اٹھ کر کہیں پیچھے جا بیٹھے۔

مولوی ثناءاللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

مولانا غائب

جب عیسائیوں نے آپ کو پلیٹ فارم سے غائب دیکھا تو انہوں نے شور مچایا کہ مولوی ثناء اللہ بھاگ گئے۔ ہم کسی اور سے بات چیت نہیں کرینگے۔ اُنہی کو بلاؤ۔ اس پر مسلمانوں نے آپ کو سمجھا بجھا کر پھر کرسی پر لا بٹھایا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

جب میں نے آپ کو پھر کرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا تو للکار کر کہا کہ آپ مجھے یہ بتائیں کہ تقریری مباحثہ سے آپ کیوں بھاگتے ہیں؟ اور آپ یہی کہتے رہے کہ مباحثہ تحریری ہو۔ اس پر میں نے اپنے رسالہ **"میں کیوں مسیحی ہو گیا"** کو آپ کی طرف پھینک کر کہا کہ اگر آپ کو تحریری مباحثہ کا اس قدر شوق ہے تو یہ میرا رسالہ ہے جس میں **نجات** ہی پر بحث ہے۔ اور سات سال سے آپ کی چھاتی پر مونگ دل رہا ہے۔ آپ اس کا جواب لکھدیں پبلک خود ہی فیصلہ کریگی۔ اگر آپ کا جواب ایسا معقول ہو کہ میرا قلم پھر اس پر نہ اٹھ سکے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ لیکن آپ کیا اگر دنیا بھر کے مسلمان مل جائیں تب بھی اس کا جواب نہ دے سکیں گے۔ اگر آپ میں کچھ بھی دم ہوتا تو اس سات سال کے عرصہ میں اس کا جواب ضرور شائع کرتے اور آپ یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ آپ اس رسالہ سے بے خبر ہیں کیونکہ آپ کے اخبار میں اس کا تذکرہ ہو چکا ہے۔ اور میں نے یہاں سنگھ کے قلعہ میں بھی جو گوجرانوالہ کے متصل ہے آپ کو انہی الفاظ میں بھری مجلس میں چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں آپ آج تک خاموش ہیں۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ دیکھئے مولوی صاحب اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ میرے مسلمان بنانے میں آپ کی بے حد شہرت ہو گی اور آمدنی میں اضافہ۔ اس پر مسلمانوں کی طرف سے ایک طوفان بدتمیزی برپا ہوا یہ دیکھ کر پادری عبدالحق صاحب نے کھڑے ہو کر یہ کہا کہ ہم ہر کس و ناکس سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے ہیں اور مولوی ثناء اللہ صاحب سے جب تک کہ اب جو گفتگو ہو وہ قید تحریر میں نہ لائی جائے اور ہم بھی جو کچھ کہیں گے لکھ کر دینگے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

جب ہم نے تحریری گفتگو پر آپ کو بے حد مجبور کیا تب یہ ہزار لیت و لعل اسی جلسہ میں ذیل کا خط آپ کی طرف سے میرے نام موصول ہوا۔

"بخدمت جناب پادری سلطان محمد پال خان صاحب۔ تسلیم۔ آپ نے جو رسالہ **"میں کیوں مسیحی ہو گیا"** کے متعلق تحدی کی ہے کہ مولوی ثناء اللہ اس کا جواب دینگے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا اور جواب کی صحت کے لئے پنڈت رام چندر جی دہلوی کو منصف پیش کیا ہے مجھے منظور ہے۔ اس کا جواب لکھ کر پنڈت جی کے پاس بغرض فیصلہ بھیج دونگا۔ اور فیصلہ فریقین کے خرچ سے شائع ہو گا۔ پس آپ بھی اس خط پر دستخط کر کے بھیج دیں۔ (ابوالوفاء ثناء امرتسری ۳ ستمبر ۱۹۲۸ء)۔

اس خط کا جواب اسی وقت میں نے لکھ کر آپ کے حوالے کیا جو ذیل میں درج ہے۔

"بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری۔ تسلیم آپ کا یہ لکھنا کہ آپ نے رسالہ **"میں کیوں مسیحی ہو گیا"** کے متعلق تحدی کی سراسر غلط ہے اور تعجب ہے کہ اس قدر جم غفیر کے سامنے اس خلاف واقعہ امر کے لکھنے کی جرات ہوئی در حقیقت میرا اپنے رسالہ "میں کیوں مسیحی ہوا" کا دنیا آپ کے چیلنج کا جواب تھا کہ جب آپ نے تقریری مباحثہ سے گریز کیا اور تحریری مباحثہ پر اصرار کیا تب میں نے اس رسالہ کو پھینک کر اس

کے ساتھ یہ کہا کہ اگر آپ کو تحریری مباحثہ پر اصرار ہے تو آپ اس رسالہ کا جواب لکھیں پبلک خود فیصلہ کرلیگی۔ اگر آپ کا جواب معقول ہوگا اور میں جواب نہ دے سکوں تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ جس پر اب تک قائم ہوں اور تحدی کے ساتھ کہتا ہوں کہ جب سات سال سے آپ اس کا جواب نہ دے سکے تو اب کیا دینگے؟ تاہم اگر پنڈت رام چندر دہلوی مجھ کو یہ لکھ دیں کہ وہ میرے جواب الجواب کے بغیر فیصلہ دینگے تو ان کا فیصلہ بھی مجھے منظور ہوگا۔ اب میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ تقریری مباحثہ سے کیوں گریز کرتے ہیں۔ میرا چیلنج تو آپ کے ساتھ تقریری مباحثہ پر ہے اور پھر میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ تقریری مباحثہ میں اگر آپ یہ ثابت کرسکیں کہ اسلام میں نجات مکمل طور پر موجود ہے اور پنڈت رام چندر بھی فیصلہ دیں کہ مولوی ثناء اللہ نے اسلام میں نجات ثابت کردی تو میں خوشی کے ساتھ مسلمان ہو جاؤنگا اور میرے مسلمان بنانے میں آپ کی بڑی شہرت ہوگی اور اگر رام چندر جی فیصلہ دیں کہ ثناء اللہ اسلام میں نجات ثابت کرنے سے قاصر رہے تو ایمانداری یہ ہے کہ آپ دینِ برحق مسیحیت اختیار کریں اور اسلام کو ترک کریں۔ پنڈت رام چندر جی کے اخراجات طرفین کے ذمہ ہونگے اور یہ تقریری مباحثہ ۱۵ ستمبر سے پیشتر حافظ آباد میں ہوگا۔

فقط سلطان محمد افغان حافظ آباد ۳ ستمبر ۱۹۲۸ء

مولانا لاجواب ہوگئے

آپ اس خط کو لے کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ہر چند ہم نے اصرار کیا کہ اس کا جواب ہمیں لکھ کر دے جایئے۔ پر آپ نے زبانی یہ کہا کہ ہماری کونسل جواب کی اجازت نہیں دیتی۔ اور چلے گئے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب حلفیہ کہہ دیں کہ یہ واقع سچ ہے یا جھوٹ

جس کے بعد مسیحی بھی "**یسوع مسیح کی جے**" کے فلک شگاف نعروں کے ساتھ اٹھ کر چلے گئے۔ یہ ہیں وہ واقعات جن کا ذکر آپ چھوڑتے ہیں تاکہ سلسلہ کلام اور طرف نہ ہو جائے" آپ کے سیکرٹری کا یہ لکھنا کہ "مسلمانوں نے خوشی میں نعرہ تکبیر بلند کیا" سراسر جھوٹ ہے بلکہ جب مسیحی "**یسوع مسیح کی جے**" کے نعرے لگانے لگے تب چند مسلمان جو اِدھر اُدھر کھڑے تھے ہمارے جواب میں چلانے لگے۔

اب انصاف ناظرین اہل حدیث پر ہے کہ وہ واقعات مندرجہ صدر پر غور کرکے فیصلہ دیں۔ والسلام

سلطان محمد افغان لاہور ۱۷ ستمبر ۱۹۲۸ء

تصدیق

اس مضمون میں مبالغہ سے بالکل کام نہیں لیا گیا اور حرف بحرف درست ہے۔ (دستخط)

بیلی رام۔ ہری کشن۔ گوکل چند۔ جیون داس۔ گیان سنگھ ۔ساکنان حافظ آباد"۔

ہماری درخواست

پادری صاحب کے جواب مذکورہ بالا کے ہمراہ ہی ہم نے مولاناصاحب سے یہ درخواست بھی کردی تھی کہ

"مکرم بندہ جناب مولوی ثناء اللہ صاحب بالقابہ۔ السلام علیکم۔

جناب نے میری معرفت پادری سلطان محمد خان صاحب افغان۔ مصنف ہماراقرآن کواپنے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۴ستمبر ۱۹۲۸ء کاجوایک پرچہ ارسال بذریعہ ڈاک کیاوہ مل گیاہے۔ باوجود کثرت مشاغل پادری صاحب موصوف نے آپ کے کھلے مکتوب اور سیکرٹری صاحب انجمن اہل حدیث حافظ آباد کے بیان مندرجہ اہل حدیث ۱۴ستمبر کاجواب لکھ کرمجھے بدیں غرض دیاہے کہ میں اس کی نقل لے کر آپ کو بھیج دوں اور درخواست کروں کہ اسے من وعن اورپہلے ہی ہفتہ میں اپنے اخبار اہل حدیث میں درج کرکے شائع کردیں تاکہ پبلک واقعات سے آگاہ ہوجائے۔ اوراس مضمون کورجسٹری اس وجہ سے کررہاہوں کہ آپ پر حجت تمام ہوجائے اوراب ڈاکخانہ کی رسید اور مضمون مندرجہ صدر کی نقل کواپنی تحویل میں رکھتاہوا آپ پر نہایت ہی واضح طورپر جتادیناضروری سمجھتاہوں کہ اگر آج کی تاریخ سے پندرہ دن کے اندر اندر آپ کے اخبار میں اسے شائع ہوتے نہ دیکھاتو میں جیسا کہ پادری صاحب موصوف کاارشاد ہے دوسرے اخباروں میں اس کی نقل شائع کراؤنگااوراگر مناسب سمجھاتو مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کردونگا تاکہ آپ کے کھلے مکتوب کی حقیقت اور سیکرٹری صاحب انجمن اہل حدیث حافظ آباد کے خلافِ واقعہ بیان کی اصلیت دنیاپر ظاہر ہوجائے۔ مہربانی سے فوراًاطلاع دیں کہ مضمون مل گیااور اشاعت کے لئے آپ کاارادہ کیاہے۔ شکر گزار ہونگا۔ فقط ۱۹جولائی ۱۹۲۸ء

نیاز مند۔ ایم۔ کے۔ خان۔ مہاں سنگھ باغ لاہور۔

رسید وجواب

ہمارایہ خط مولوی صاحب کو۲۱ستمبر ۱۹۲۸ء کو مل گیاجس کے ثبوت میں ڈاکخانہ کی رسیدیں اور مولوی صاحب کاخط مورخہ ۱۳اکتوبر ۱۹۲۸ء موجودہیں۔ مگر مولوی صاحب نے پادری صاحب کے جواب شائع کرنے کی بجائے اس کی نقل ہمیں واپس کردی۔ ہم نے اتمام حجت واطلاع کی خاطر نورافشاں مورخہ ۱۵اکتوبر میں مندرجہ ذیل "کھلاخط" شائع کرایا۔ (خان)

کھلا خط بجواب کھلا مکتوب

بنام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

جناب مولوی صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کامرسلہ اہل حدیث مجریہ ۱۴ستمبر ۱۹۲۸ء مل گیا۔ جس میں آپ کاایک "کھلامکتوب" بنام پادری مولوی سلطان محمد خان صاحب درج تھا۔ پادری صاحب نے اس کاجواب لکھ کر مجھے دیا۔ اورمیں نے اُن کے ایماسے اس کی نقل جناب کی خدمت میں

۱۹ستمبر ۱۹۲۸ء کو بذریعہ رسید طلب رجسٹری روانہ کر دی۔ڈاک خانہ کی رسید بھی مل چکی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا وہ مراسلہ جناب کو وصول ہو گیا ہے۔ میں نے مطالبہ کیا تھا کہ یہ آپ کے "کھلے مکتوب "کا" کھلا جواب " ہے۔ آپ اسے اپنے اخبار میں فوراً شائع کر دیں تا کہ ناظرین اہل حدیث جواب سے آگاہ ہو جائیں۔ اوراگر آپ پہلی ہی دواشاعتوں میں اسے درج نہ کرینگے تو میں اسے دوسرے یعنی قادیانی اور آریہ اخباروں میں شائع کرادونگا۔اور اگر ضرورت ہوئی تو مستقل رسالہ کی صورت میں چھپوا کر تقسیم کراؤنگا۔

آج اُس کے بعد پہلا پرچہ اہل حدیث ۲۸ستمبر ۱۹۲۸ء دیکھا مگر اس میں وہ مراسلہ درج نہیں ہے۔ دوسرا پرچہ ۱۳اکتوبر ۱۹۲۸ء کو شائع ہو گا۔ اگر اس میں بھی وہ درج نہ ہو گا تو میں سمجھ لونگا کہ آپ اسے چھاپنا نہیں چاہتے چونکہ وقت تنگ ہے۔ بذریعہ اخبار ہذا جناب کی خدمت میں عرض گزار ہوں کہ اگر چاہیں تو ایک ہفتہ کی اور مہلت لے لیں اور ۱۰اکتوبر ۱۹۲۸ء کے اہل حدیث میں اسے شائع کر دیں۔ لیکن اگر ۱۳اکتوبر ۱۹۲۸ء تک نہ آپ کا جواب آئیگا اور نہ وہ مضمون ہی اہل حدیث میں چھپے گا تو جان لیجئے کہ ۱۴اکتوبر کو میں دوسرے اخباروں میں اسے درج کرانے پر مجبور ہونگا۔اور آپ کو شکایت کی گنجائش نہ ہو گی اور پبلک جان لیگی کہ "شیر پنجاب" میدانِ قرطاس اہل حدیث میں ہی "کھلے مکتوب" کے ہوائی تیر چلا سکتے ہیں۔ مگر" افغان شیر "کے مقابل آنے کی جرات نہیں کرسکتے۔ اتمام حجت کی غرض سے یہ اعلان شائع کر دیا ہے تا کہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔ لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کُنج خاموشی میں پناہ گزیں ہونے کو ہی ذریعہ عافیت سمجھیں گے اور نہ مضمون کو اخبار میں درج کریں گے اور نہ جواب ہی دینگے اجی حضرت!

نہ خنجر اُٹھیگا نہ تلوار اُن سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(نور افشاں ۱۵اکتوبر ۱۹۲۸ء)

(آپ کا خادم۔ایم۔کے۔خان)

جب ہم نے دیکھ لیا کہ مولانا صاحب " اسلامی توحید اور اسلامی نجات" کو مسیحیوں کی ناقدانہ وعالمانہ ضربِ تحقیق سے بچانے کے لئے ہر ممکن حیلہ وعذر کر رہے ہیں تو ہم نے مندرجہ ذیل چیلنج دے کر اس قضیہ کو ختم کرنے کی تجویز کی۔ چنانچہ ہمارے گمان کے مطابق مولوی صاحب نے اس کا آج تک کوئی جواب نہ دیا اور نہ اُمید ہے کہ دیں گے۔ چلو قصہ ختم۔ (خان)

مکتوب مفتوح

بنام مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

جناب مولوی صاحب بالقابہ۔ تسلیم۔ کمال ادب واحترام کے ساتھ گذارش یہ ہے کہ اوائل ماہ گذشتہ میں آپ حافظ آباد (پنجاب) میں اس غرض سے تشریف فرما ہوئے کہ مسیحیوں سے مباحثہ کریں۔ آپ نے وہاں اسلامی طریق نجات کو پیش کیا اور پادری سلطان محمد خان صاحب پروفیسر عربی نے بھرے جلسہ میں تحدی کی کہ اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ اسلام میں نجات ہے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا اور آپ کی تمام ہندوستان میں بہت شہرت ہو جائیگی۔ اس پر آپ نے دور اندیشی اور مصلحت کی راہ سے یہی مناسب جانا کہ اسلامی طریق نجات پر بحث نہ ہو اور طرح طرح کے حیلوں اور

بہانوں سے گریز کیا۔ اس پر جناب پادری عبد الحق صاحب نے جن کی تعریف میں آپ کا اخبار کئی سالوں سے لبریز رہتا ہے آپ کو کھلا چیلنج کیا تاکہ کسی طرح سے بھی آپ کو راہ فرار روئے گریز نہ مل سکے۔ مگر دور اندیشی نے آپ کا دامن پکڑا اور مصلحت نے کچھ کان میں کہا اور آپ نے پھر بھی انکار ہی کیا۔ پادریوں کے چیلنج پر چیلنج اور آپ کے گریز و فرار کا مسیحیوں ہندوؤں اور بالخصوص مسلمانوں پر خاص اثر پڑا جس کے ثبوت میں آپ کا اپنا اخبار موجود ہے۔

وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم اُن کو بتادینگے۔ اس پر پادری صاحبان نے آپ سے کہا کہ اسی مقام پر ۱۵ ستمبر ۱۹۲۸ء تک اسی مسئلہ پر آپ مباحثہ کرلیں اور آپ وعدہ کر کے وہاں سے روانہ ہوئے۔

امرتسر جاکر آپ نے اپنے اخبار اہل حدیث میں پادری سلطان محمد خان صاحب کے نام ایک "کھلا مکتوب" لکھا جس کا جواب میں نے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے درخواست کی کہ اسے اہل حدیث میں چھاپ دیں تاکہ ناظرین اہل حدیث آپ کے "کھلے مکتوب" کا جواب بھی ملاحظہ کرلیں۔ مگر آپ نے ابتک اسے شائع نہیں کیا اور لکھ دیا کہ میں اسے شائع نہیں کر سکتا۔ اب میں پبلک کے تقاضا سے تنگ آکر اسکو مستقل ٹریکٹ کی صورت میں شائع کر رہا ہوں تاکہ پبلک آگاہ ہو جائے۔ **کھُلے گا راز سارا ضبط الفت کے نہ ہونے سے** چونکہ نجات کا مسئلہ بنیادی مسئلہ ہے۔ اس لئے اس پر فیصلہ کن مباحثہ کرنے سے کروڑوں مسلمانوں اور مسیحیوں کو روحانی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ پس پادری صاحب کے ایماء اور مشورہ سے جناب سے مطالبہ کرتا ہوں کہ آپ اُن سے پنجاب کے کسی بڑے شہر میں اسی موضوع پر تقریری مناظرہ کرلیں اور پنڈت رام چندر دہلوی ثالث ہوں۔ جنہیں آپ منظور کر چکے ہیں۔ چونکہ پادری موصوف ایف سی کالج میں پروفیسر ہیں۔ اس لئے اُن تاریخوں میں مناظرہ ہو جن میں کالج مذکورہ بند ہو۔ آپ مدعی ہونگے کہ اسلام میں نجات ہے۔ مہربانی سے جواب بذریعہ اخبار ڈاک بھیج کر متشکر فرمائیں۔

(ایم۔ کے خان)